QURANIC SERVICES OF HAZRAT ALI AND HIS FOLLOWERS

By: ***Syed Muzammil Hussain Naqvi***

Key Words: *Quran, Mushaf, compilation of revelation, Hazrat Ali, Followers of Hazrat Ali, diacritical marks.*

Abstract

Quran is a complete and comprehensive book which is immune from every Flaws and defect. It was is for this reason that the infalliable Imams stressed not only on maintaining a connection with the Quran, but they also paid special attention to teaching the Quran, writing the divine revelation, compilation of the Qurans its or thography and recitation. Hazrat Ali is among the three people whose status of being the writers of the revelation is beyond any contestations. Most of the researchers and historians are of the view that it was Imam Ali who first compiled the chapters of the Holy Quran, to be followed later by Zaid bin Thabit and other companions. The Mushaf, compiled by Imam Ali, had many features which were absent in other Mushafs. Furthermore, the process of diacritical marks started by the instruction of Imam Ali. Some famous styles of recitation also owe their origins to the Imam Ali. In this article a detailed account of the basic Quranic services of Imam Ali and his folowers has been presented.

حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کی قرآنی خدمات

سید مزمل حسین نقوی*
syedmuzammilhussainnaqvi@gmail.com

کلیدی کلمات: قرآن، مصحف، کتابت وحی، حضرت علی علیہ السلام، پیروان علی علیہ السلام، اعراب گذاری۔

خلاصہ

قرآن کریم ایک مکمل اور جامع کتاب ہے جو ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ نے نہ تنہا قرآن کے ساتھ تعلق قائم رکھنے پر بہت زور دیا ہے، بلکہ آغاز وحی سے لے کر اب تک قرآن کی تعلیم کو عام کرنے، وحیِ الٰہی کی کتابت، اعراب گذاری، رسم الخط، جمع آوری اور قرات میں سے ہر ایک پر خصوصی توجہ دی ہے۔ جن تین افراد کے کاتبینِ وحی ہونے پر تمام مورخین کا اتفاق ہے اُن میں حضرت علی علیہ السلام سرِفہرست ہیں۔ اکثر محققین اور مورخین اس نظریہ کے قائل ہیں کہ رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے قرآنی سوروں کی جمع آوری کا کام انجام دیا اور آپ کے بعد زید ابن ثابت اور دوسرے صحابہ کرام نے یہ کام انجام دیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جو مصحف ترتیب دیا اس میں کئی ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں جو دوسرے مصاحف میں نہیں تھیں۔ اسی طرح قرآن کی اعراب گذاری حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد پر ہوئی اور بعض مشہور قرائات کا سلسلہ بھی حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں نے جو بنیادی قرآنی خدمات انجام دی ہیں ان کی تفصیل اس مقالہ میں پیش کی گئی ہیں۔

*۔مدرس جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے جو صحیفے اور آسمانی کتابوں کی روشنی میں انسان کی ہدایت کرتے رہے۔ قرآن کریم وہ آسمانی کتاب ہے جو آخر نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ جو ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (1)۔ یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات کی حامل ہے۔ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔ (2) ترجمہ: "اے رسولؐ ہم نے آپ پر ایک برحق کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اس جیسی کتاب نہ دنیا میں آئی ہے اور نہ آئے گی۔" خود قرآن کریم واضح الفاظ میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (3)

ترجمہ: "اے حبیبؐ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اکٹھا ہو جائیں کہ وہ قرآن جیسی کتاب لے آئیں تو وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

قرآن کریم اسرار کائنات، اعلیٰ ترین معارف الٰہی، اسرار توحید، صفات انبیاء علیہم السلام معاشرتی اصول و قوانین، شناخت انسان، اس کے کمال و فضائل، اس کا انجام، ماضی اور مستقبل کی غیبی خبریں، اجتماعی اور انفرادی حقوق جیسے تمام ضروری معارف اور حقائق کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ نے قرآن کے ساتھ تعلق قائم رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ جو قرآن کے ساتھ تمسک رکھے گا ہر میدان میں کامیاب رہے گا۔ ہر فتنے سے محفوظ رہے گا اور دنیا و آخرت میں خوش بخت رہے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

فاذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن فانه شافع مشفع وماحل مصدق ومن جعله امامه قاده الی الجنة و من جعله خلفه ساقه الی النار وهو الدلیل یدل علی خیر سبیل وهو کتاب فیه تفصیل وبیان وتحصیل وهو الفصل لیس بالهزل وله ظهر وبطن فظاهره حکم وباطنه علم ظاهره انیق و باطنه عمیق لا تحصی عجائبه ولا تبلی غرائبه فیه مصابیح الهدیٰ ومنار الحکمة۔ (4)

ترجمہ: "جب بھی فتنے تمہیں تاریکی شب کی طرح گھیر لیں تو قرآن کا دامن تھام لو۔ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ جس کی شکایت تسلیم کی جاتی ہے۔ جس نے اسے راہنما بنایا، اسے جنت میں لے گیا۔ جس نے اِس سے رخ پھیرا اسے جہنم کا راہی بنا دیا۔ قرآن بہترین راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل بھی ہے، حق کا بیان اور اس کی تحصیل بھی ہے۔ حق و باطل کو جدا کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی غیر ضروری بات نہیں ہے۔ اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ظاہر میں حکم ہے اور باطن میں علم۔ ظاہر خوبصورت ہے اور باطن انتہائی گہرا۔ اس کے عجائب کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے غرائب بوسیدہ نہیں ہوتے۔ اس میں ہدایت کے چراغ اور حکمت کے منار ہیں۔"

قرآن کریم کی اہمیت کے پیش نظر اہل بیت علیہم السلام اور آپؐ کے ماننے والوں نے آغاز وحی سے لے کر اب تک اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ کتابت وحی، اعراب گذاری، رسم الخط جمع آوری اور قرات ہر ایک میں مکتب اہل بیتؑ ہی سرفہرست نظر آتا ہے۔

کتابتِ وحی

جب بھی وحی نازل ہوتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لکھواتے تھے۔ جو افراد وحی لکھتے تھے انہیں کاتبان وحی کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد کتنی تھی۔ اس بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن عساکر اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں کاتبان وحی کی تعداد ۲۳، ابن عبدالبر ۲۵ اور برہان الدین حلبی نے ۴۳

بتائی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ رسول خداﷺ نے عہد وپیمان بھی لکھوائے خطوط بھی لکھوائے آیات قرآن بھی لکھوائے اور صلح نامے بھی لکھوائے۔ پھر کچھ افراد باقاعدہ آیت لکھنے پر مامور تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں کچھ آیات دوسرے افراد نے لکھی تھیں۔ مورخین نے ان سب کو کاتبین وحی میں شامل کر دیا۔ بہر حال تین افراد ایسے تھے جن پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ کاتبین وحی تھے۔ حضرت علیؑ، حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔ اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

کان (معاویہ) احد کتاب رسول اللهﷺ واختلف فی کتابته له کیف کانت فالذی علیه المحققون من اهل السیرة ان الوحی کان یکتبه علی علیه السلام وزید بن ثابت وزید بن ارقم وان حنظلة بن الربیع التیمی معاویه ابن ابی سفیان کانا یکتبان له الی الملوک والی رؤساء القبائل ویکتبان حوائجه بین یدیه ویکتبان مایجئ من اموال الصدقات ومایقیم فی اربابها۔ (5)

یعنی: "معاویہ رسول خداﷺ کے لئے کتابت کرتے تھے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کیا لکھتے تھے۔ سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ وحی لکھنے والے حضرت علیؑ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت زید بن ارقم تھے۔ جبکہ حنظلہ بن ربیع یتمی اور معاویہ ابن ابی سفیان حکمرانوں اور روسائے قبائل کی طرف خطوط لکھنے پر مامور تھے نیز ان کے دوسرے مسائل اور اموال وصدقات اور ان کی تقسیم کی فہرست تیار کرتے تھے۔

اولین کاتب وحی

اس میں کوئی شک نہیں ہے حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ رسول خداﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ بچپن بھی آنحضرت کے ساتھ گزرا اور جوانی بھی۔ وحی کا آغاز ہوا تب بھی آپ آنحضرتﷺ کے زیر سایہ تھے۔ خود آپؑ فرماتے ہیں:

"میں بچہ ہی تھا کہ رسول خداﷺ نے مجھے گود میں لے لیا۔ اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو پر جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے۔ اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے، پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں ڈالتے تھے۔ انہوں نے میرے میں کوئی لغرش یا کمزوری نہیں پائی۔ اللہ نے ایک عظیم الشان فرشتہ (روح القدس) ان کے ساتھ لگا دیا جو انہیں شب و روز عظیم صفات اور پاکیزہ سیرتوں پر لے کر چلتا ہے اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور وہ ہر سال کوہ حرا میں کچھ عرصہ قیام کرتے تھے۔ وہاں میرے علاوہ کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہیں تھا۔ البتہ تیسرا ان میں میں تھا۔ میں وحی رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی چیخ سنی۔ جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہﷺ یہ آواز کیسی تھی۔ فرمایا یہ شیطان ہے جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ اے علیؑ جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو مگر تم نبی نہیں ہو۔" (6)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلے کاتب حضرت علیؑ ہی تھے۔ ابی ابن کعب مدینہ میں تھے۔ زید بن ثابت مکہ میں تھے لیکن کم عمر تھے لہٰذا قرآن کریم کا جو حصہ مکہ میں نازل ہوا ہے اسے امیر المومنینؑ ہی نے کتابت کی شکل دی۔

جمع وتالیف قرآن

موجودہ شکل میں قرآن کی جمع آوری اور تالیف کسی خاص زمانہ کی ایجاد نہیں ہے بلکہ مختلف زمانوں میں مختلف افراد کے ہاتھوں انجام پائی۔ قرآن کے ہر سورہ کی آیات کی ترتیب اور تعداد رسول خداﷺ کے زمانہ میں آپ کے فرمان کے مطابق مقرر ہوئی تھی۔ ہر سورت کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا تھا۔ آیات ترتیب نزول کے حساب سے درج کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دوبارہ بسم اللہ نازل ہوتی اور دوسرے سورے کا آغاز ہو جاتا تھا۔ یہ آیات کی

طبیعی ترتیب تھی البتہ کبھی بھی رسول خداﷺ حضرت جبرائیلؑ کے کہنے پر کسی آیت کو کسی دوسرے سورہ میں قرار دے دیتے تھے۔ مثلاً آیت وَاتَّقُواْ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ (7) کہتے ہیں کہ یہ آخری آیات میں سے ہے۔ رسول خداﷺ کے فرمان کے مطابق اسے سورہ بقرہ کی ۲۸۱ ویں آیت قرار دیا گیا ہے۔

لیکن سوروں کی ترتیب کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض محققین قائل ہیں کہ موجودہ شکل میں جو قرآن موجود ہے اسی دور میں رسول خداﷺ کے دور میں تھا کیونکہ بہت سے افراد نے اس وقت حفظ کر لیا تھا اور حافظ قرآن کہلاتے تھے۔ نیز بعید ہے کہ اس قدر اہم ترین مسئلہ کی طرف آنحضرتؐ نے توجہ نہ دی ہو اور آپ کی رحلت کے بعد اسے مرتب کیا گیا ہو۔ جبکہ بعض محققین اسی نظریے کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس دور میں حافظین کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سوروں کے درمیان بھی ترتیب پائی جاتی ہو۔ اس دن تک جتنا قرآن نازل ہو چکا تھا اگر کوئی اسے حفظ کرے تو اسے حافظ قرآن کہیں گے۔ لہٰذا تمام قرآن کا حفظ کر لینا اس کی ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ ترتیب بہت اہم تھا بلکہ ہر سورہ کی تکمیل اور دوسرے سورہ سے الگ ہونا، مہم ہے تاکہ ایک سورے کی آیات دوسرے سورہ کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائیں۔ یہ بات آنحضرتؐ کے دور میں طے ہو گئی تھی۔ لیکن قرآن کے اختتام تک اسے ترتیب وار مرتب کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپؐ کی زندگی کے آخری لمحات تک سوروں اور آیات کے نزول کا امکان تھا۔ لہٰذا واضح ہے کہ نزول قرآن کے بعد ترتیب ممکن ہے اور یہ اختتام آنحضرتﷺ کی حیات طیبہ کے بعد ممکن ہے۔ اکثر محققین اور مورخین قائل ہیں کہ سوروں کی جمع آوری اور ترتیب رحلت رسولﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ پھر زید ابن ثابت اور دوسرے صحابہ کرام نے یہ کام لیا۔

بہر حال امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رحلت رسولﷺ کے بعد قرآن کی جمع آوری کا کام شروع کیا۔ روایات کے مطابق چھ ماہ تک خانہ نشین رہے اور فقط اسی کام میں مشغول رہے۔ ابن ندیم کہتے ہیں:

"حضرت علی علیہ السلام نے سب سے پہلے قرآن کو کتابی شکل میں مرتب کیا یہ مصحف آل جعفر کے پاس تھا۔" ان کا مزید کہنا ہے کہ: "میں نے ابو یعلی حمزہ حسنی کے پاس ایک مصحف دیکھا۔ یہ مصحف حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا۔ اس کے کچھ صفحات پھٹ چکے تھے۔ یہ مصحف امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو میراث میں ملا تھا۔" اسی طرح محمد ابن سرین کہتے ہیں کہ:

لما بويع ابو بكر الصديق أبطأ على عن بيعته وجلس فى بيعته فبعث اليه ابوبكر ما أبطأبک عنی اکرهت امارتی فقال علی علیه السلام ماکرهت امارتک ولکنی آلیت الا ارتدی ردائی الا الی صلاة حتی اجمع القرآن. قال ابن سرین فبلغنی انه کتب علی تنزیله ولو اصیب ذلک الکتاب لوجد فیه علم کثیر۔ (8)

یعنی: "جب حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کی تو حضرت علی علیہ السلام نے بیعت سے اعراض کیا اور خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت ابو بکر نے آپؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ کیا آپ کو میری حکومت ناپسند ہے۔ فرمایا مجھے تیری حکومت ناپسند نہیں ہے لیکن میں نے خود سے عہد کر رکھا ہے کہ سوائے وقت نماز کہ عبا نہیں پہنوں گا یہاں تک کہ قرآن کو جمع نہ کر لوں۔"

ابن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپؑ نے قرآن کو اس کی ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا ہے۔ اگر یہ قرآن مل جاتا تو اس میں علم کا بحر بیکراں ہوتا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جو مصحف ترتیب دیا تھا۔ اس میں کئی ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں جو دوسرے مصاحف میں نہیں تھیں۔

الف: تمام آیات اور سورتوں کو ترتیب نزول کے مطابق مرتب کیا گیا تھا۔ یعنی اس مصحف میں مکی کو مدنی سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ آیات کی تاریخی حیثیت اور مراحل کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے احکام خصوصاً مسئلہ ناسخ و منسوخ آسانی سے واضح ہو جاتا ہے۔

ب: اس مصحف میں رسول خدا ﷺ کی قرات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اصلی ترین قرات یہی ہے۔ اس میں اختلاف قرات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ اس سے قرآن کا فہم وادراک اور آیات کی صحیح تفسیر آسانی سے معلوم ہو جاتی تھی۔ یہ بات بہت اہم ہے۔ کیونکہ بسا اوقات اختلاف قرات مفسر کو غلط راستے پر لگا دیتا ہے۔ لیکن اس مصحف میں مفسر گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔

ج: یہ مصحف تنزیل اور تاویل پر مشتمل تھا۔ یعنی اس کے حاشیہ پر ان موارد اور واقعات کو ذکر کیا گیا تھا جو آیات یا سورہ کے نزول کا باعث تھے۔ یہ حواشی قرآنی مفاہیم کو سمجھنے اور ابہامات کو حل کرنے میں مددگار تھے۔ حواشی پر اسباب نزول کے علاوہ تاویلات بھی ذکر کی گئی تھیں۔ یہ تاویلات درحقیقت وہ کلی مفاہیم ہیں جو آیات کے مخصوص مفاہیم سے اخذ کئے گئے تھے۔ یہ بات آیات کے سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

خود امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ولقد احضروا الکتاب کملا مشتملا علی التنزیل والتاویل ۔(9) یعنی: "میں ان کے پاس ایسی کتاب لایا تھا جو تنزیل وتاویل پر مشتمل تھی۔" اگر رحلت رسول ﷺ کے بعد اس مصحف سے فائدہ اٹھایا جاتا تو آج فہم قرآن کی بہت سی مشکلات حل ہو جاتی۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن جزمی کلبی کہتے ہیں:

فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی بیتہ فجمعہ علی ترتیب نزولہ ولو وجد مصحفہ لکان فیہ علم کثیر ولکنہ لم یوجد۔(10)

یعنی: "جب رسول خدا ﷺ کی رحلت ہوئی تو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا۔ اگر وہ مصحف مل جاتا تو اس میں علم کا بحر بیکراں ہوتا لیکن افسوس کہ وہ نہ مل سکا۔"

عکرمہ کہتے ہیں:

لو اجتمت الانس والجن علی ان یوفوہ ذلک التالیف ما استطاعوا۔(11)

یعنی: "اگر تمام انس وجن مل بھی جائیں تب بھی اس جیسی تالیف نہیں کر سکتے۔"

محمد بن سرین نے جب عکرمہ سے یہ بات سنی تو انہیں اس کا بہت اشتیاق پیدا ہوا۔ اسے تلاش بھی کیا۔ کہتے ہیں:

فطلبت ذلک الکتاب وکتبت فیہ الی المدینۃ فلم اقدر علیہ(12)

یعنی: "میں نے اسے بہت تلاش کیا یہاں تک کہ مدینہ بھی خط لکھا لیکن وہ نسخہ نہ ملا۔"

مصحف علیؑ کا انجام

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کو جمع کیا۔ مسجد نبویؐ میں آئے حضرت ابوبکر کے پاس جمع تھے۔ آپؑ نے سب کو مخاطب کرکے بلند آواز میں کہا۔ اے لوگو! جس دن سے رسول خدا ﷺ اس دنیا سے گئے ہیں اسی دن سے میں قرآن جمع کرنے میں مشغول رہا۔ اب میں نے اسے ایک کپڑے میں جمع کر دیا ہے۔ خدا نے اپنے رسول پر جو آیت نازل کی تھی میں نے اسے اس پر لکھ دیا ہے۔ ہر آیت کو رسول خدا ﷺ کے سامنے پڑھتا تھا اور آپؐ مجھے اس کی تعبیر بتا دیتے تھے۔ یہ سب کچھ میں نے جمع کر دیا ہے۔ اب اسے تمہارے پاس لایا ہوں تاکہ کل تم یہ نہ کہو کہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ ایک شخص اٹھا اور کہا ہمیں آپ کے جمع کردہ قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔(13)

حالانکہ یہ سب کچھ رسول خدا ﷺ کے حکم پر کیا گیا تھا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا تھا:

یا علی القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوہ واجمعوہ ولا تضیعوہ کما ضیعت الیہود التوراۃ۔(14)

یعنی: "اے علیؑ! یہ قرآن چمڑے، کپڑے اور کاغذ پر لکھا ہوا ہے اسے لے لو اور جمع کرو۔ اسے اس طرح ضائع نہ کر دینا جس طرح یہودیوں نے تورات کو ضائع کر دیا تھا۔"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بعد جن صحابہ نے قرآن جمع کیا وہ زید بن ثابت، عبداللہ ابن مسعود، ابی ابن کعب، مقداد ابن اسود، ابی حذیفہ کے غلام سالم، معاذ ابن جبل، ابو درداء عبداللہ ابن عباس، عمار یاسر اور ابو موسیٰ اشعری ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ زید ابن ثابت اور ابو موسیٰ اشعری کے علاوہ سب امیر المومنینؑ کے دوست اور مکتب اہل بیت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہی کی قرات کو بہت اہمیت دی جاتی تھی کیونکہ ان کے بارے میں رسول خداﷺ نے فرمایا:

استقبرؤو االقرآن من اربعة من من عبداللہ ابن مسعود و سالم مولی ابی حذیفة و ابی بن کعب ومعاذ بن جبل۔ (15)

یعنی: "قرآن کو چار افراد سے پڑھو عبداللہ ابن مسعود، ابی حذیفہ کے غلام سالم، ابی ابن کعب اور معاذ ابن جبل۔"

ان میں سے بعض مصحف عالم اسلام میں مرجع کی حیثیت سے سامنے آئے۔ مثلاً عظیم صحابی عبداللہ ابن مسعود کا مصحف اہل کوفہ کے لئے، مصحف ابی ابن کعب اہل مدینہ کے لئے مصحف ابو موسیٰ اشعری اہل بصرہ کے لئے اور مقداد ابن اسود شام والوں کے لئے مرجع شمار ہوتا تھا۔ (16)

وحدت مصحف

رحلتِ رسولﷺ کے بعد کا دور قرآن کی جمع آوری کا دور کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے صحابہ اپنے علم اور ذوق کے مطابق قرآنی آیات اور سورہ کو مرتب کرنے لگے۔ ہر ایک نے اپنا ایک مخصوص مصحف تیار کیا۔ جو خود نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے دوسروں سے کام لیا۔ اسلامی مملکت کی حدود کے وسیع ہونے سے قرآنی نسخوں میں بھی اضافہ ہوا۔ مصاحف کو جمع کرنے والے متعدد تھے۔ ان کا آپس میں کوئی رابطہ بھی نہیں تھا، صلاحیت، استبداد اور توانائی کے لحاظ سے بھی برابر نہیں تھے۔ اس لئے طرز تحریر، ترتیب اور قرات وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ مصاحف اور قرات کا اختلاف لوگوں میں اختلاف کا باعث بنا۔ دور دراز علاقوں میں رہنے والے جب جنگ یا کسی اور مناسبت سے جمع ہوتے تو اپنے عقیدہ اور نظریہ کی بنا پر ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی کبھی تو دست و گریبان بھی ہو جاتے۔ جنگ ارمنستان سے واپسی پر حذیفہ یمانی سے سعید ابن عاص نے کہا:

میں نے ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ اگر اس سے چشم پوشی کی گئی تو قرآن کے متعلق شدید اختلاف کا خطرہ ہے جس کا کوئی راہ حل بھی نہیں ہے۔

پوچھا قصہ کیا ہے؟

کہا میں نے حمص والوں کو دیکھا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قرات سے بہتر کوئی قرات نہیں ہے۔ انہوں نے قرات کو مقداد سے لیا ہے۔ اہل دمشق کہتے ہیں کہ ان کی قرات سب سے بہتر ہے۔ کوفیوں نے ابن مسعود کی قرات کو اختیار کر رکھا ہے۔ ان کی قرات کے متعلق ان کا یہی کہنا ہے۔ بصرہ والے ابو موسیٰ اشعری کی قرات کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔

جب حذیفہ اور سعید کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ کے سامنے اس موضوع کو دکھا۔ انہیں آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے ہم خیال ہوگئے۔ ابن مسعود کے ساتھیوں نے مخالفت کی کہ ہم پر کیوں اعتراض کرتے ہو ہم ابن مسعود کی قرات کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔ حذیفہ اور ان کے حامی مشتعل ہوگئے اور کہنے لگے خاموش ہو جاؤ تم غلطی پر ہو۔ خدا کی قسم اگر زندہ رہے تو خلیفہ المسلمین حضرت عثمان سے ضرور بات کریں گے تاکہ کوئی راہ حل نکالا جاسکے۔ حذیفہ جب ابن مسعود سے ملے تو ان سے بھی اس موضوع پر بات کی لیکن انہیں غصہ آگیا۔ دونوں کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی۔ سعید ناراض ہو کر چلے گئے لوگ پراگندہ ہوں گے اور حذیفہ غصہ کے عالم میں حضرت عثمان سے ملنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ (17)

حذیفہ مدینہ میں

قرآن کے متعلق اختلاف سے حذیفہ خوش نہیں تھے۔ جنگ ارمنستان سے واپسی پر کوفہ میں موجود اصحاب رسول سے بات کی۔ اس سے پہلے کہ یہ اختلاف دوسرے شہروں تک پہنچے اس کے حل کے سلسلہ میں ان سے مشورے کئے۔ حذیفہ کی نظریہ تھی کہ حضرت عثمان کو آمادہ کیا جائے کہ وہ لوگوں کو ایک ہی قرات کا پابند کرے۔ لہٰذا وہ مدینہ آئے اور حضرت عثمان پر زور دیا کہ وہ وحدت مصحف کے سلسلے میں کام کریں۔ تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت مصحف کا اعزاز حضرت حذیفہ کو حاصل ہے۔ اگر وہ کوشش نہ کرتے، اس قدر بھاگ دوڑ نہ کرتے اور حضرت عثمان کو مجبور نہ کرتے تو اس صورت میں قرآن جمع نہ ہوتا۔ صحیح بخاری کے شارح بدالدین العینی کہتے ہیں:

ان حذیفه قدم من غزوة فلم یدخل بیته حتی اتی عثمان فقال یا امیر المومنین ادرک الناس قال و ماذلک قال غزوت فرج ارمینیة فاذا اهل الشام یقراؤن بقرائة ابی بن کعب فیأتون عالم یسمع اهل العراق واذا اهل العراق یقراون بقرائة عبدالله ابن مسعود فیأتون عالم یسمع اهل الشام فیکفر بعضهم بعضاً۔ وکان هذا سببا لجمع عثمان القرآن فی المصحف۔ (18)

یعنی: "حذیفہ غزوہ سے واپس آئے گھر بھی نہیں گئے پہلے حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیر المومنین لوگوں کا کچھ کرو۔ پوچھا کیا ہوا۔ کہا میں جنگ ارمینیہ سے آیا تو دیکھا اہل شام ابی ابن کعب کی قرات کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں اور ایسی بات لاتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا اور اہل عراق عبداللہ ابن مسعود کی قرات کے مطابق پڑھتے ہیں اور ایسی بات لاتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا۔ اسی بنا پر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

عینی کہتے ہیں کہ یہی بات حضرت عثمان کے قرآن کو جمع کرنے کا باعث بنی۔ حذیفہ یمانیؓ رسول خداﷺ کے صحابی اور امیر المومنینؑ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ علامہ حلی کہتے ہیں: حذیفه بن الیمان العبسی رحمه عداده فی الانصار احد الارکان الاربعة من اصحاب امیر المومنین۔ (19) یعنی: "حذیفہ ابن یمانؓ عیسی کا شمار انصار اور امیر المومنینؑ کے ان ساتھیوں میں سے تھے جنہیں ارکان اربعہ کہا جاتا ہے۔ حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کو امیر المومنینؑ کے ارکان اربعہ کہا جاتا تھا رسول خداﷺ نے حذیفہ اور عمار یاسر کو آپس میں بھائی بنایا تھا۔ (20)

ان کے دو بیٹے جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے۔ حذیفہؓ نے انہیں وصیت کی تھی کہ ہمیشہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہنا۔ مسعودی اپنی مشہور کتاب مروج الذهب میں لکھتے ہیں: "حذیفہ ابن یمان کو جب حضرت علیؑ کی خلافت کی خبر ملی تو چلا کر کہنے لگے مجھے باہر لے چلو اور لوگوں کو ملاؤ جب انہیں مسجد میں لے جایا گیا تو انہوں حمد خدا کے بعد رسولؐ اور آلِ رسول پر درود بھیجا پھر کہا لوگوں کے نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے تم بھی تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کی بیعت کرو اور مدد کرو خدا کی قسم علیؑ اول و آخر حق پر ہیں۔ وہ تمہارے نبی کے بعد سب سے افضل ہیں اور قیامت تک افضل رہیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھ کر کہا اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے۔ پھر بولے اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے آج تک زندہ رکھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں سعید اور صفوان سے کہا تم علیؑ کا ہمیشہ ساتھ دینا۔ انہیں متعدد لڑائیاں پیش آئیں گی جن میں بے شمار لوگ قتل ہوں گے۔ تم ان کا ساتھ دینے سے کبھی دریغ نہ کرنا کیونکہ وہی در حقیقت حق پر ہیں اور جو ان کے مخالف ہیں وہ باطل کی پیروی کر رہے ہیں۔ مسعودی کہتے ہیں کہ سعد اور صفوان جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے۔ (21)

حذیفہ ابن یمان کی کوششوں اور بے پناہ اصرار پر حضرت عثمان نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ پہلے زید ابن ثابت کی سربراہی میں چار افراد سعید ابن عاص، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن ابن حارث پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی لیکن یہ چاروں افراد اس کام کو انجام دینے سے قاصر رہے۔ پھر آٹھ افراد کا اضافہ کیا اور ابی ابن کعب کو سربراہ مقرر کیا گیا وہ آیات لکھواتے تھے اور یہ افراد لکھتے تھے۔

ابی ابن کعب

ابی ابن کعب کا شمار رسول خداﷺ کے عظیم صحابیوں میں سے ہوتا تھا۔ قرآنی علوم کے سلسلے میں ان کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ انس نے رسول خداﷺ سے سنا کہ آپؐ نے ابی ابن کعب سے فرمایا: ان اللہ عزوجل امرنی ان اقرا علیک القرآن۔(22) یعنی: "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے سامنے قرآن پڑھوں۔" اس کا مطلب ہے کہ خود رسول خداﷺ نے انہیں قرآن کی تعلیم دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں اگر کسی قرآن کے سلسلے میں اختلاف ہو جاتا تو انہی کی طرف رجوع کرتے۔

ابی ابن کعب امیر المومنینؑ کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے جو سقیفہ کی کاروائی سے الگ رہے۔ انہوں نے بھی حضرت ابو بکر کی بیعت کا انکار کیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر اصرار کرتے تھے۔ شیخ صدوق کہتے ہیں۔

دو صحابہ جنھوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت کا انکار کیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کو مقدم سمجھتے تھے ان کی تعداد بارہ تھی۔ مہاجرین میں سے خالد بن سعید، مقداد ابن اسود، ابی ابن کعب، عمار یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، عبداللہ ابن مسعود اور بریدہ اسلمی جبکہ انصار میں سے خذیمہ بن ثابت، سہل ابن حنیف، ابو ایوب انصاری اور ابو ھیثم ابن التیہان۔(23)

حضرت ابو بکر کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ابی ابن کعب نے کہا: "اے ابو بکر دوسرے کے حق کو ضائع نہ کرو۔ سب سے پہلے رسول خداﷺ کی وصیت کی مخالفت نہ کرو۔ ان کے جانشین و خلیفہ کے سلسلے میں انہی کے حکم کی اطاعت کرو۔ حق اس کے مالک کو واپس کر دو تاکہ سالم اور محفوظ ہو جاؤ۔ ایسا کام نہ کرو کہ پچھتانا پڑے۔ اپنے کئے ہوئے سے توبہ کرو تاکہ تمہارا گناہ معاف ہو سکے۔ خدا نے جس امر کو دوسرے کے لئے متعین کیا ہے اسے اپنے لئے مخصوص نہ کرو تاکہ اپنے اعمال کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔" (24)

ماہ مبارک کے پہلے جمعہ کو جب حضرت ابو بکر خطبہ دے رہے تھے تو ابی ابن کعب اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کرکے کہا:

"اے گروہ مہاجرین خدا کی خوشنودی کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھو خدا نے بھی قرآن میں تمہاری مدح کی ہے۔

اے گروہ انصار تم شہر ایمان میں قیام پذیر ہو۔ خدا نے اپنی کتاب میں تمہاری تعریف کی ہے۔ تم گذشتہ واقعات اور پیغمبر اسلامﷺ کی باتوں کو بھلا دیا ہے یا صرف فراموشی کا اظہار کر رہے ہو؟۔ کیا تم حقائق کو تبدیل کر رہے یا تم مغلوب و عاجز ہو گئے ہو کیا تم بھول گئے ہو کہ رسول اللہﷺ آئے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کو بلند کرکے غدیر خم میں فرمایا تھا کہ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علیؑ مولا ہیں اور جس جس کا میں نبی ہوں اس کے علیؑ امیر ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا تھا۔ اے علیؑ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہر زمانے میں میرے بعد تمہاری اطاعت ایسے ہی واجب ہے جیسے میری زندگی میں میری اطاعت واجب ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیتؑ کو مقدم رکھنا اور ان پر کسی کو مقدم نہ کرنا انہیں اپنا امیر ماننا ان پر حکومت نہ کرنا۔۔"(25)

اعراب اور نقط گذاری

ابتداء میں عربی رسم الخط نقطوں کی طرح حرکات یعنی زیر، زبر اور پیش وغیرہ سے بھی خالی تھا۔ قرآن بھی شروع میں حرکات اور اعراب نہیں تھے۔ صدر اسلام میں مسلمان قرآن کو زبانی یاد کرتے تھے۔ چونکہ اس دور میں مسلمانوں کی اکثریت عربی تھی۔ نیز حافظ قرآن بھی کثیر تعداد میں تھے۔ اس لئے وہ لوگ قرآن کو صحیح پڑھتے تھے۔ پہلی صدی کے اختتام پر غیر عرب مسلمان بھی اسلامی سلطنت میں داخل ہو گئے۔ وہ عربی زبان سے ناآشنا تھے۔ ان کے لئے حرکات، اعراب اور علامات ضروری تھیں۔ تاکہ قرآن کو صحیح پڑھ سکیں۔ مثلاً ہر عربی طبعی طور پر آیت كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (26) میں کتب کو صیغہ معلوم کے ساتھ پڑھتا ہے۔ آیت کُتِبَ علیکم الصیام میں کتب کو صیغہ مجہول کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن غیر عربی

نہیں سمجھ سکتا کہ اسے معلوم پڑھنا ہے یا مجہول یعنی اسے نہیں پتا چلتا کہ اسے کَتَبَ پڑھنا ہے یا کُتب۔ آیت انّ اللہ بری (توبہ: ۳) میں ایک شخص رسولَه کو رسولِه پڑھ رہا تھا۔ اس صورت میں آیت کا معنی بنتا ہے کہ خدا مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ جب ابو الاسود نے اسے اس طرح پڑھتے ہوئے سنا تو کہا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ (27)

انہی مشکلات کی وجہ سے قرآن پر اعراب لگائے گئے اور نقط گذاری کی گئی۔ یہ کام امیر المومنین کے شاگرد ابوالاسود دوئلی اور ان کے شاگرد یحییٰ بن یعمر اور نصر ابن عاصم نے کیا۔ ابواسود نے علم نحو یعنی عربی گرائمر حضرت علی علیہ السلام سے سیکھی تھی۔ ذہبی لکھتے ہیں: قال محمد بن سلام الجمحی ابوالاسود هو اول من وضع باب الفاعل و المفعول والمضاف وحرف الرفع والنصب والجروالجزم فاخذ ذلک عن یحیی بن یعمر؛ قال ابو عبیدہ اخذ ابوالاسود عن علی العربیة (28) یعنی: ”محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں کہ ابواسود وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باب فاعل مفعول، مضاف، حرف پیش، زبر، زیر، جزم جیسی اصطلاحیں ایجاد کیں۔ پھر ان سے یہ علم یحییٰ بن یعمر نے حاصل کیا۔" ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ عربی گرائمر ابوالاسود نے حضرت علی علیہ السلام سے سیکھی تھی۔“ صلاح الدین الصغدی کہتے ہیں: هو اول من نقط المصاحف ووضع للناس علم النحو وهو تابعی شیعی شاعر نحوی (29) یعنی: ”ابوالاسود دوئلی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پر نقطے لگائے اور لوگوں کے لئے علم نحو کو ایجاد کیا۔ یہ تابعین میں سے تھے اور شیعہ، شاعر اور علم نحو کے موجد تھے۔“

زرکشی اہل سنت کے بہت بڑے مفسرین کہتے ہیں: اول من نقط المصحف ابوالاسود الوولی۔ (30) یعنی: "قرآن پر سب سے پہلے جس نے نقطے لگائے وہ ابوالاسود دوئلی ہیں۔"

ذہبی کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے زیاد سے کہا کہ مجھے ایک کاتب دو جب کاتب دیا گیا تو اس سے ابوالاسود نے کہا جب کسی حرف کو ادا کرتے ہوئے اپنے ہونٹ کھولوں تو اس حرف پر نقطہ لگا دینا اگر تم دیکھو کہ میں منہ بند کرتا ہوں تو اس کے سامنے نقطہ لگانا اور اگر توڑوں تو نیچے نقطہ لگانا۔ (31)

بعض کا نظریہ ہے کہ سب سے پہلے یحییٰ بن یعمر نے قرآن پر نقطے لگائے تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یحیی بن یعمر کان قاضی مروو هو اول من نقط المصحف وکان من فضلاء الناس وعلمائهم وکان احد الفصحاء اخذ العربیة عن ابی الاسود الوؤلی۔ (32) یعنی: ”یحییٰ بن یعمر مرو کے قاضی تھے۔ یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پر نقطے لگائے۔ ان کا شمار علماء اور فضلا میں سے ہوتا ہے۔ بہت ہی فصیح زبان تھے۔ عربی گرائمر الوالاسود دوئلی سے سیکھی تھی۔“

ابوالاسود دوئلی اور یحییٰ بن یعمر دونوں شیعہ تھے۔ ابن خلکان یحییٰ ابن یعمر کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بصرہ کے قاری تھے اور انہوں نے عربی گرائمر ابوالاسود سے سیکھی تھی۔ پھر کہتے ہیں: ”دونوں ابتدائی شیعوں میں سے تھے جو اہل بیتؑ کی فضیلت کے قائل تھے۔ فضلاء کے نزدیک قابل وثوق تھے۔“ (33)

سات قاری

پہلے مرحلہ میں سات قاریوں کے نام آتے ہین۔ عبداللہ ابن عامر یحجبی، عبداللہ ابن کثیر درامی، عاصم ابن ابی النجود، ابو عمرو ابن علاء مازنی، حمزہ بن حبیب، زیات، نافع بن عبدالرحمٰن الیثی اور علی ابن حمزہ کسائی۔

عبداللہ ابن عامر شام کے قاری تھے۔ ۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔ عبداللہ ابن کثیر ورامی مکہ کے قاری تھے۔ ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ عاصم ابن ابی النجود اسدی کوفہ کے قاری تھے۔ ۱۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ زبان ابو عمرو ابن علاء متوفی ۱۵۴ھ بصرہ کے قاری تھے۔ حمزہ ابن حبیب متوفی ۱۵۶ھ کوفہ کے قاری تھے۔ نافع ابن عبدالرحمٰن الیثی متوفی ۱۶۹ھ مدینہ کے قاری تھے۔ اور علی ابن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ کوفہ کے قاری تھے۔ عاصم، زبان ابو عمرو، حمزہ اور

علی ابن حمزہ کسائی شیعہ تھے۔ طبقات القراء پر لکھی گئی کتب اس کی گواہ ہیں۔ عبداللہ ابن عامر کا تعلق بنوامیہ سے تھا۔ جبکہ عبداللہ ابن کثیر اور نافع ابن عبدالرحمٰن مجہول الحال ہین۔ البتہ چونکہ دنوں ایرانی تھے اس لئے بعض مور خین نے انہیں بھی شیعہ کہا ہے۔ عاصم، زبان ابو عمرو اور علی ابن کسائی کی قراءات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ سیوطی کہتے ہیں: واضح القراءات سندا نافع وعاصم وافصحها ابو عمرو وکسائی (34) یعنی: "سند کے لحاظ سے صحیح ترین قرات نافع اور عاصم کی ہے اور فصاحت کے لحاظ سے ابو عمرو اور کسائی کی قرائات ہیں۔" آج اکثر اسلامی ممالک میں عاصم کی قرات کے ساتھ قرآن پڑھا جارہا ہے۔ یہ قرات ان کے شاگرد حفص بن سلیمان کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ بقرہ/۲

2۔ مائدہ: ۴۸

3۔ اسراء: ۸۸

4۔ شیخ کلینی، الکافی، ج ۲، ص ۵۹۹، دار الکتب الاسلامیہ۔ تہران، ایران

5۔ ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغۃ ج ۱، ص ۳۳۸، داراحیاء الکتب العربیہ۔ طبع اول ۱۹۵۹ء

6۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹، ص ۴۶۸، خطبہ قاصعہ

7۔ بقرہ: ۲۸۱

8۔ ابن عبدالبر، الاسیعاب، ج ۳، ص ۹۷۳، بیروت، دارالجبل، طبع اول ۱۴۱۲ھ

9۔ شیخ طوسی، الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۸۳، دارالنعمان، نجف اشرف، ۱۹۶۶ء

10۔ ابن جزمی کلبی، التسھیل لعلوم التنزیل، ج ۱، ص ۴، ناشر، لبنان، دار الکتاب العربی، طبع چہارم، ۱۹۸۳ء

11۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۶۲، دار الفکر لسنان، طبع اول ۱۹۹۶ء

12۔ ایضاً

13۔ کتاب سلیم بن قیس، ص ۱۴۷، شیخ طبرسی، الاحتجاج، ج ۱ ص ۱۰۶، دارالنعمان، نجف اشرف، طبع ۱۹۶۶ء

14۔ ابراہیم قمی، تفسیر القمی، ج ۲ ص ۴۵۱، مطبعۃ النجف

15۔ امام بخاری، صحیح بخاری، ج ۴، ص ۲۱۸، دار الفکر، لبنان، طبع ۱۹۸۱ء

16۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۱۱۱، دار صادر، دار بیروت، طبع ۱۹۶۶ء

17۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۱۱۱

18۔ عمدۃ القاوس، ج ۲، ص ۱۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت

19۔ خلاصۃ الاقوال، ص ۱۳۱، موسۃ النشر الاسلامی، ایران، طبع اول ۱۴۱۷ھ

شیخ طوسی رجال الطرسی، ص ۶۰، موسسۃ النشر الاسلامی، ایران، طبع اول ۱۴۱۵ھ

20۔ محسن امین، اعیان الشیعہ، ج ۴ ص ۵۹۳، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، لبنان، طبع ۱۹۸۳ء

21۔ مسعودی، مروج الذھب، ص ۳۰۱، حذیفہ بن الیمان واینا ہ

22۔ نسائی، فضائل الصحابۃ، ص ۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان

23۔ شیخ صدوق، الخصال ص۴۶۱، منشورات جامعۃ المدرسین قم، ایران، طبع، ۱۴۰۳ھ

24۔ طبرسی، الاحتجاج، ج۱، ص ۱۰۲، دارالنعمان، نجف اشرف، طبع ۱۹۶۶ء

25۔ الاحتجاج، ج۱ص ۵۵

26۔ انعام: ۵۴

27۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ج۲۵، ص۱۸۹، دارالفکر، بیروت، لبنان، طبع ۱۴۱۵ھ

28۔ ذھبی، سیر اعلام النبلاء ج۴، ص ۸۳، موسسہ الرسالیہ، بیروت، لبنان، طبع ۱۹۹۳ء

29۔ صفدی، الوافی بالوفیات، ج۱۶، ص۳۰۵، داراحیاء التراث بیروت، لبنان، طبع ۲۰۰۰ء

30۔ ابرہان، ج۱، ص ۲۵۰، دارالکتب العربیہ، بیروت، طبع ۱۹۵۷ء

31۔ سیر اعلام النبلا، ج۴، ص ۸۳، موسسہ الرسالۃ، بیروت، لبنان، طبع نہم ۱۹۹۳ء

32۔ ابن کثیر، البدالۃ والنھایۃ، ج۹، ص۸۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۹۸۸ء

33۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج۶، ۱۷۳، دار الثقافۃ، لبنان۔

34۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۲۱۶، دارالفکر، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۹۹۶ء